ومکان کی تمام وسعتوں تک پھیلا ہوا ہے' تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت وعقیدت کے ساتھ رعب اور ہیبت کی ایک پختہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور اس ذات کی عظمت ووقار کا شعور اس کے دل کی گہرائیوں میں موجزن ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد بندہ اپنے مالک حقیقی کی نافرمانی کے تصور ہی سے کانپ اٹھتا ہے۔ یہی کیفیت اللہ تعالیٰ سے حیا وشرم کہلاتی ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ ما لكم لا ترجون لله وقارا ۞ وقد خلقكم اطوارا ۞ ﴾ [نوح:۱۳، ۱۴] ''تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کا لحاظ نہیں رکھتے؟! حالانکہ اُسی نے تمہیں مختلف مراحل سے گزار کر پیدا فرمایا ہے۔'' نیز فرمایا: ﴿ وما تكون فى شأن وما تتلو منه من قرآن ولا تعملون من عمل الا كنا عليكم شهودا اذ تفيضون فيه وما يعزب عن ربك من مثقال ذرة فى الارض ولا فى السماء ولا اصغر من ذلك ولا اكبر الا فى كتاب مبين ۞ ﴾ [یونس / ۶۱] ''اور آپ کسی بھی حالت میں ہوں اور قرآن میں سے کہیں سے پڑھتے ہوں اور جو کوئی کام بھی کرتے ہوں، یہ سب ہماری نگاہوں میں ہے جب آپ اس میں مصروف ہوتے ہیں، اور تیرے رب سے زمین اور آسمان میں کوئی ذرہ بھر چیز بھی پوشیدہ نہیں اور اس (ذرے) سے کوئی چھوٹی چیز یا اس سے بڑی چیز ایسی نہیں جو واضح تحریر (لوح محفوظ) میں درج نہ ہو۔''

اللہ پاک سے شرم وحیا کا ایک عملی پہلو یہ ہے کہ انسان ناگزیر ضرورت کے بغیر بے پردہ ہونے اور بے پردگی دیکھ کر لذت اندوزی کرنے سے اجتناب کرے، حضرت معاویہ بن حیدہ ؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہماری شرمگاہوں سے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''احفظ عورتك الا من زوجتك او مما ملكت يمينك'' ''اپنی شرمگاہ کو ہمیشہ حفاظت سے رکھو سوائے تیری بیوی اور باندی کے۔'' اس نے پوچھا: اگر انسان کسی مرد کے ساتھ ہو؟ فرمایا: ''ان استطعت ان لا يراها احد فافعل'' یعنی ''ممکنہ حد تک کوشش کرو کہ اس پر کسی کی بھی نظر نہ پڑے۔'' پوچھا: اگر انسان اکیلا ہو؟ فرمایا: '' فالله احق ان يستحيىٰ منه'' '' تب اللہ پاک سب سے بڑھ کر حیا کیے جانے کا حقدار ہے۔''

[بخاری: کتاب الغسل ۱/ ۴۵۸، ترمذی: کتاب الادب]

[۵] سعادت دارین کی خاطر خوب محنت کرنا اور نتائج کے لیے اللہ پر بھروسہ کرنا:

اس ادب کا پاس کرنے میں بسا اوقات غفلت برتی جاتی ہے کہ ہر مؤمن اپنے رب ذوالجلال کے قائم کردہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے اپنی ذہنی وجسمانی صلاحیتوں کو منعم حقیقی کی دنیوی واخروی نعمتیں سمیٹنے میں بروئے کار لائے، یعنی انسان کو ہر اچھے مقصد کے حصول کے لیے خوب محنت ومشقت کرنا' پھر اس کوشش کا صلہ پروردگار سے پانے کا امیدوار رہنا چاہیے۔

☆☆☆

تربیت اولاد قسط:(3)

مثالی والد

تصنیف: مولانا محمد حنیف عبدالمجید حفظہ اللہ تلخیص: ثناءاللہ غلام

جیسا کروگے ویسا بھروگے: آج ہماری حالت یہ ہے کہ اپنی اولاد اور بچوں کی دنیا سنوارنے کی خاطر ہر ممکن جدوجہد کرتے ہیں کہ ان کا مستقبل اچھا ہو جائے، ان کی آمدنی اچھی ہو جائے اور معاشرے میں ان کا مقام بلند ہو جائے۔ان تمام کاموں کو حد سے زیادہ اہمیت دیتے ہوئے ان کو اسلام کے عقائد، اعمال اور اخلاق حسنہ سے لاتعلق رکھ کر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لی جاتی ہے۔رب العالمین سے اس بے رُخی کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ وہی اولاد جس کو راضی کرنے کی فکر تھی، ماں باپ کے سر پر مسلط ہو جاتی ہے۔آج معاشرے کے اندر دیکھ لیں کہ کس طرح اولاد اپنے والدین کی نافرمانی کر رہی ہے، حتیٰ کہ بعض اولاد تو ماں باپ کے لیے عذاب بنی ہوئی ہے۔وجہ یہ ہے کہ ماں باپ نے ان کو صرف اس لئے بے دینی کے ماحول میں بھیج دیا، تاکہ ان کو اچھا کھانا پینا میسر آئے اور اچھی ملازمت مل جائے۔ جب اولاد سر پر سوار ہوگئی تو اب ماں باپ بیٹھے رو رہے ہیں کہ اولاد تباہی کے راستے پر بڑھتی چلی جارہی ہے۔ایسی جاہل اولاد زبانِ حال سے یہ شکوہ کرتی ہیں:

اندرونِ قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

''پہلے میرے ہاتھ پیر باندھ کر مجھے سمندر کے اندر ڈبو دیا، اس کے بعد کہتے ہو کہ ہوشیار! دامن کو تر ہونے نہ دینا۔''

بچوں کو مارنے کی حد:

اسلام دین فطرت ہے، انسان بسا اوقات پیار و محبت کی زبان سمجھتا اور قبول کرتا ہے۔بعض دفعہ نرم لہجہ تجربے میں بار بار ناکام ثابت ہو جاتا ہے۔ایسی صورت میں استاد یا ماں باپ تربیت کے لیے ضروری سمجھیں تو بچے کو اس حد تک مارنا جائز ہے جس سے جسم پر مار کا نشان نہ پڑے۔بے تحاشا مارنا کسی طرح مناسب نہیں۔بعض اوقات اس مار پٹائی میں خون نکل آتا ہے، کبھی زخم کا نشان زندگی بھر باقی رہتا ہے۔

بچے کو کیسے پکارا جائے:

بچوں کو یا تو ان کے پورے نام سے یا پھر ''بیٹا، بیٹی'' کہہ کر پیار و محبت سے پکارنا چاہیے یا کسی اور پیار بھرے انداز سے

پکاریں کہ بچہ اس پکار کے لیے بے تاب رہے اور یہ پکار سنتے ہی وہ آپ کا ہر حکم بجالانے کے لیے تیار ہو۔ مثلاً کبھی ''پیارے بیٹے'' کہہ کر خطاب کیا تو کبھی ''جانِ پدر'' کہہ کر کبھی ''نورِ چشم'' کہہ کر تو کبھی ''فرزند'' کہہ کر۔ اس طرح پکارنے میں جو محبت وشفقت ہے اور اس کے سننے میں جو لطف ہے، وہ دنیا کے کسی اور لفظ میں حتیٰ کہ اصلی نام پکارنے میں بھی نہیں۔

جابر وحاکم باپ نہ بنیں:

باپ کی مثال بچے کے لیے ٹھنڈی چھاؤں کی طرح ہے۔ اولاد کو اگر کسی پر مکمل اعتماد ہے تو وہ باپ ہی ہے۔ اولاد اگر مخلوق میں سے کسی کی قوت وطاقت اور مہارت وصلاحیت کو اپنے حق میں کارگر د کارآمد سمجھتی ہے تو وہ باپ کی ذات ہے۔

لہٰذا باپ پر لازم ہے کہ اپنے پھول جیسے معصوم اور پیارے بچوں کے حسین خوابوں کی صحیح تعبیر بننے کی کوشش کریں۔ ان کے پاکیزہ جذبات کو اپنی سخت مزاجی اور بداخلاقی سے پامال نہ کیجیے کہ گھر میں گھستے ہی چیخنا، چلّانا بلکہ دھاڑنا شروع کردیں اور وہ خوف ودہشت کے مارے کونے کھدروں میں چھپ جائیں۔

سخت گیری اور بداخلاقی کا ثمرہ:

نواز پانچ سال کا پیارا بچہ تھا۔ ہر انسان کی طرح اس کی بھی خواہش تھی کہ اس کا باپ اس سے پیار کرے، شفقت سے بات کرے اور اس کی پسند اور ضرورت کا خیال رکھے۔ مگر بدقسمتی سے اس کا باپ سخت گیر اور بداخلاق تھا۔ گھر آتے ہی اگر نواز ''ابو، ابو'' کہہ کر قریب جاتا تو باپ فوراً جھٹک دیتا...... ''دور رہو''...... ''کیا چپکے چلے آرہے ہو!'' کبھی وہ قریب چلا گیا تو فوراً جھڑکی سنائی: ''ہاتھ دور رکھو، میرے کپڑے خراب کردو گے؟!''

زندگی کے دن گزرتے گئے، نواز بڑا ہوتا گیا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کے دل میں باپ سے نفرت بھی بڑھتی گئی۔ آج نواز چھبیس سال کا نوجوان ہے، اس کا کہنا ہے کہ اگر اللہ رب العزت کا خوف اور دنیا کی رسوائی کا ڈر نہ ہوتا تو...... میں وہ کچھ کرلیتا جو انسانی وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا۔ اس لیے اللہ کے واسطے بچوں کے ساتھ نرمی وشفقت کا مظاہرہ کیجیے۔

مار پیٹ کے علاوہ سزا کیا ہوسکتی ہے؟:

بچوں کی غلطی پر ان کی اصلاح کے لیے سزا دینے کے دوسرے طریق کار بھی موجود ہیں، جس میں ناراضگی کا اظہار کرنا یا ان کو بظاہر نظرانداز کردینا یا چند صفحات لکھنے یا کوئی سبق یاد کرنے کا حکم دینا، ڈکشنری سے مشکل الفاظ تلاش کروانا وغیرہ شامل ہیں۔

بچوں کی اصلاح سے مایوس نہ ہوں:

اولاد کی اصلاح سے ناامید ہو جانا بہت ہی غلط بات ہے۔ ذرا بتایئے کہ بچے کے ہاتھ میں تیز دھار چھری ہو اور والد کو خطرہ ہو کہ بچہ کہیں اس سے اپنے آپ کو زخمی نہ کرے تو کیا والد ایک دو بار کہنے کے بعد یہ سمجھ کر خاموش ہو جائے گا کہ ''وہ نہیں دیتا تو میں کیا کروں؟!'' بلکہ والد ہر طرح کی کوشش کر کے چھری اس سے وصول کرے گا تا کہ وہ زخمی ہونے سے بچ جائے۔ اولاد کو سمجھانے سے تھکیں نہیں، اور سمجھاتے ہوئے ان تین باتوں کا خیال رکھیں:

۱۔ کسی اہم بات کو سمجھانے کے لیے پہلے دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالی سے دعا مانگیں۔

۲۔ اس کے بعد جو چیز سمجھانا چاہتے ہیں، اس کے فوائد شمار کر کے اس کو بتلائیں۔

۳۔ سمجھاتے ہوئے لہجہ نرم رکھیں، خاص طور پر بالغ اولاد ہو تو اس کا زیادہ خیال رکھیں۔

بچوں میں مہارتِ فکر پیدا کرنے کی چند مفید تدابیر:

۱۔ جب آپ خریداری کے لیے اپنے بچے کو بازار لے جائیں تو متعدد چیزوں کی پہچان کروائیں، مثلاً روپے کی اہمیت، چیزوں کے اوزان وغیرہ۔

۲۔ بچے کے سوالات پر اس کی حوصلہ افزائی کریں اور جواب کے لیے اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار رکھیں۔

۳۔ بچے کے برے عمل کے مقابلے میں اچھے عمل کو مدنظر رکھیں۔

۴۔ بچے کی کامیابی اور ناکامی کے اسباب کی وضاحت کریں اور کامیابی کی حوصلہ افزائی کریں۔

۵۔ بچے کو اس بات کا یقین دلائیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی مدد سے یہ کام ضرور کر سکتے ہو۔

۶۔ بچے کو اپنے لئے پسندیدہ شعبہ تعلیم چننے کا اختیار دیں۔

۷۔ سوالات پوچھتے وقت حاکمانہ رویہ اختیار نہ کریں، لہجے اور انداز کو نرم رکھیں۔

۸۔ بچے کو جواب سوچنے کا وقت دیں۔

۹۔ بچے کا جواب صحیح یا غلط ہونے کی وجہ بتائیں۔

۱۰۔ غیر نصابی سرگرمیاں بھی اختیار کرائیں۔

بچوں کی تربیت اپنی سعادت سمجھیں:

بچے کی تعلیم و تربیت اور ان کی نگرانی کی پوری ذمہ داری آپ والدین پر ہے۔ کتنا ہی شفیق و ماہر استاد ہو...... کتنا معیاری اسکول اور مدرسہ کیوں نہ ہو...... ہرگز کسی اور کے سپرد کر کے مطمئن نہ ہو جایئے، بلکہ خود ہی فکر کیجیے۔ ہاں مشفق استاد، آپ کی اہلیہ اور